پاکستان میں

مرزائیت کا مستقبل

(سنِ تصنیف: 1950ء)

تصنیفِ لطیف

حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیروانِ مرزا کے لئے لمحۂ فکریہ

پاکستان کی مرزائی اقلیت جو قادیان کے مدعی نبوت ''مرزا غلام احمد'' کی پیرو ہے اور ''احمدی'' کہلاتی ہے۔ پاکستان کے داخلی مسائل میں سے ایک نہایت ہی الجھا ہوا مسئلہ ہے۔ جس کے حدود اگر ابھی سے متعین نہ کر لئے گئے تو یہ مسئلہ آگے چل کر مسلمانانِ پاکستان، دولت پاکستان، حکومت پاکستان اور خود مرزائی قوم کیلئے بہت بڑی مشکلات اور پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجب بن جائے گا۔ پھر ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جمہوریہ پاکستان اور حکومت پاکستان کو ان سے بہت زیادہ، شدید تر ذرائع اختیار کرنے پڑیں گے جو آنے والے فتنوں سے بچنے کے لئے آج آسانی سے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

مرزائیت: جس کے موٹے موٹے خدوخال ہم آگے چل کر بیان کریں گے، اپنی پیدائش کے دن ہی سے امت مسلمہ کے لئے شدید ترین روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہی ہے۔ اور جب تک وہ اپنے موجودہ معتقدات و تاویلات کو بحال و برقرار رکھتی ہوئی موجود ہے۔ امت مسلمہ کیلئے روحانی اور فکری اذیتوں کا موجب بنی رہے گی اور کسی وقت مادی طاقت حاصل کر کے مسلمانوں کے دینی اور دنیوی شئوں پر ایسی ضرب لگائے گی جس کے زخم کی تلافی کرنے کے لئے مسلمانوں کو بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ مرزائیت کے مذہبی معتقدات دین حقہ اسلام کا کھلا استہزاء ہیں، بلکہ اللہ اور اس کے بھیجے ہوئے نبیوں اور رسولوں (علیہم السلام) اور حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ **(بآبائنا هو وامهاتنا)** کی توہین و تضحیک کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس امر کے شواہد صاف نظر آ رہے ہیں کہ

مرزائیت کے پیروؤں کی گروہ بندی سیاسی اور تمدنی اعتبار سے پاکستان کے وجود اور اس کے داخلی امن کے لئے ایک مستقل خطرہ رہے جس کی طرف سے تسامح نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ پورے عالم اسلام اور دین حقہ کے لئے بدرجۂ غایت ضرر رساں ثابت ہوسکتا ہے۔ ہم اسلام کی پاکستان کی، عام مسلمانوں کی اور خود اس فرقۂ ضالّہ کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے جذبہ سے متاثر ہوکر اس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہمارا مقصد حاشاوکلا یہ نہیں کہ ہم پاکستان کی حدود میں بسنے والی دو قوموں کے درمیان منافرت کے ان جذبات کو ترقی دیں جو پہلے ہی سے طرفین کے دلوں میں موجود ہیں۔ ہمارا مقصد اپنے ملک کے داخلی کوائف کی اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر ہم اپنے ہاں کے جمہور کو جن میں مرزائی بھی شامل ہیں، اپنے ارباب حکومت کو اور اصحاب فکر و بصیرت کو ان خطرات سے آگاہ نہیں کرتے جو ہمیں صاف نظر آرہے ہیں تو ہم ان فرض منصبی سے قاصر رہنے کے مجرم متصور ہوں گے، جو ذمہ دارانہ صحافت کی جانب سے ہم پر عائد ہوتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ مرزائی جماعت کے لوگ اور ان کے ساتھ دوستی رکھنے والے کج فہم اور کوتاہ نظر مسلمان حکومت کے احتسابی دوائز کو ہمارے خلاف حرکت میں لانے کی کوشش کریں گے اور وہ دوائز بھی مرزائیوں کے اور ان کے دوستوں کی تحریک سے متاثر ہوکر ہمیں بلاوجہ و بلاسبب پریشان کرتے رہیں گے۔ لیکن مخالفوں اور کج فہموں کی یہ روش ہمیں "**کلمة الحق**" کے اعلان سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ہم محسوس کررہے ہیں کہ پاکستان کے لوگوں کو جن میں ارباب حکومت بھی شامل ہیں۔ ان خطرات سے آگاہ کردینا ضروری ہے، جو ان کی نظروں سے اوجھل ہیں، لیکن ہمیں مرزائی جماعت کے رجحانات وعزائم اور اس کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد صاف نظر آرہے ہیں۔

دجل و تلبیس کے کھیل

مرزائیت: بعض مخصوص عقائد عزائم کی ایک ایسی تحریک ہے جو طرح طرح کی ابلہ فریبیوں کے بل پر قائم ہے۔ مرزائیت کے پیرو جملہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں، دینی امور میں ان سے الگ تھلگ رہنا اپنے مذہبی عقیدے کی بنا پر لازمی تصور کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نمائندوں میں شریک نہیں ہوتے۔ ان کی میتوں کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرتے، اسلام کے بنیادی ارکان و عقائد میں مسلمانوں کے ہم نوا نہیں۔ حج بیت اللہ پر قادیان کے سالانہ اجتماع کو مرجح سمجھتے ہیں اور قادیان کے چھن جانے کے بعد پاکستان میں اپنا نیا کعبہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ اپنے آپ کو مسلمانوں سے یکسر الگ قوم متصور کرتے ہیں، لیکن مسلمان کہلاتے ہیں۔ ''عامۃ المسلمین'' کو دھوکہ دینے کیلئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواد اعظم کے فروعی اختلافات رکھنے والے فرقوں یا صلحائے امت میں سے کسی کے ساتھ اپنی نسبت ظاہر کرنے والی جماعتوں میں سے ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ان مسلمانوں کو جو مرزائیت کی حقیقت و ماہیت سے آگاہ نہیں، یہ کہہ کر دھوکہ دیتے ہیں کہ احمدی بھی دوسروں فرقوں کی طرح امت مسلمہ ہی کا ایک فرقہ ہیں یا صوفیائے کرام کے خانوادوں نقشبندی، قادری، سہروردی، چشتی، صابری، نظامی، نوشاہی وغیرہ کی طرح ایک خانوادہ ہیں، جو مرزا غلام احمد سے بیعت کرنے کی بنا پر ''احمدی'' کہلاتے ہیں۔ بہت سے مسلمان جن کو ان کے بنیادی عقائد اور ان کی جداگانہ گروہ بندی کی ماہیت کا صحیح صحیح علم نہیں ان کے اس فریب و استدلال کا شکار ہو کر انہیں بھی مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنے آپ کو ایسا نہیں سمجھتے۔ محض دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے بوقتِ ضرورت ایسا کہہ دیتے ہیں۔

یہ لوگ یعنی دین مرزائیت کے پیرو اس وقت حکومت کی وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن اپنے پیشوا کو ''امیر المومنین'' قرار دیکر کسی قدر ظاہر اور کسی قدر خفیہ طور پر ایک متوازی حکومت کا نظام رکھتے ہیں۔ مرزائی فرقہ کے لوگ اس حکومت کے بجائے جس کے زیر سایہ وہ زندگی بسر کررہے ہیں۔ اپنے ''امیر المومنین'' کے اطاعت گذار ہیں جو صرف ان کا مذہبی پیشوا نہیں بلکہ سیاسی حیثیت کا امیر بھی ہے یہ لوگ قادیان کو اپنا دینی مرکز و متبرک مقام، سیاسی دارالخلافہ خیال کرتے ہیں۔ جو اب ہندوستان کے قبضہ میں جاچکا ہے، لیکن پاکستان میں ''ربوہ'' بنارہے ہیں۔ ان کا امام اور امیر ہندوستان کو احمدیت کے فروغ کیلئے اللہ کی دی ہوئی وسیع بیس (مرکز) سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی پاکستان کو مرزائیوں کا ملک بنالینے کی فکر میں ہے۔ یہ لوگ (یعنی دین مرزائیت کے پیرو) مسلمانوں کو کافر اور ان کے اسلام کو مردہ قرار دیتے ہیں اور انہی کی دینی اور ملی اصطلاحیں بلا تکلف استعمال کررہے ہیں۔ مرزائے قادیان کو اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول جملہ انبیائے کرام علیهم السلام صلحائے امت، صدیقین رحمهم الله، شہداء رحمهم الله، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت علیهم الرحمه پر ہر طرح کی فضیلت رکھنے والا شخص سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کفر و ارتداد اور الحاد بے دینی کے حکم سے بچنے کی خاطر یا لوگوں کو مبتلائے فریب کرنے کی خاطر ظل و بروز، صوفیائے کرام کے مقامات سیر وسلوک وغیرہ کی اصطلاحوں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ غرض مرزائیت دینی اور سیاسی اعتبارات سے دجل و تلبیس کے رنگ برنگے پردوں کا ایک تماشہ ہے جو مسلمانوں کو دینی حیثیت سے نقصان پہنچانے کی غرض سے دکھایا جارہا ہے۔ مرزائیت کی ہر بات اور ہر حرکت دجل و فریب اور منافقت پر مبنی ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کے حال کی کیفیت مذہبی اور دنیوی حیثیت سے وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن کریم میں منافقوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ارشاد فرمائی: ﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا

وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَکُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (۲۔۱۴) ''اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو مسلمانوں سے مذاق کر رہے ہیں''۔

۲...... ''اشاعت دیروز'' میں ہم لکھ چکے ہیں کہ مرزائیت دجل وتلبیس کا ایک کھیل ہے۔ جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے، انہیں فریب دینے اور مادی حیثیت سے انہیں نقصان پہنچانے کی غرض اور نیت سے کھیلا جا رہا ہے۔

مرزائیت کے متعدد چہرے اور متعدد زبانیں ہیں جن میں سے کبھی ایک کو، کبھی دوسرے کو مرزائیت کے پیرو دنیا کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ مرزائیوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اللہ کا بھیجا ہوا نبی اور رسول تھا۔ اس کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو اس پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے۔ اور جو اس پر ایمان لائے ہیں وہی مومن کہلانے کے مستحق ہیں۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ مرزائی اپنے مذہب کے بانی کو مسیح موعود، نبی آخر زمان، رُدّر گوپال کرشن اور نہ جانے کیا کیا مانتے ہیں۔ اور اس کی ذات کو تمام نبیوں، رسولوں اور جملہ ادیان کی برگزیدہ ہستیوں سے برتر اور بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ اپنے آپ کو دوسری ملتوں سے الگ یکسر نئی ملت خیال کرتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اور خود کو مسلمان ظاہر کر کے دنیوی فائدے حاصل کرنے کے لئے وہ اپنے کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ یا ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ کہ مرزائی اپنے عقائد کے رو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے جداگانہ ملت سمجھ رہے ہیں اور اسی بنیادی عقیدہ کی بنا پر اپنی مذہبی اور سیاسی تنظیم کر رہے ہیں۔ خود ان کے اکابر کے دعووں اور

قولوں سے ظاہر ہے۔ جن میں سے چند ایک ہم بر سبیل تذکرہ ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔

ا...... حضرت مسیح موعود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے۔

(خطبہ میاں محمود احمد مندرجہ "الفضل"، جلد ۱۹، نمبر ۱۳)

۲...... کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہود بے یہود سے الگ نہیں کیا؟ کیا وہ انبیاء علیہم السلام جن کی سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اپنی ان جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کر دیا؟ ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا کہ بیشک کیا ہے، پس اگر حضرت مرزا صاحب نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں۔ اپنی جماعت کو "منہاج نبوت" کے مطابق غیروں سے علیحدہ کر دیا، تو نئی اور انوکھی بات کونسی ہے؟ ("الفضل" جلد نمبر ۵ نمبر ۶۹/۷)

۳...... ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدائے تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔ (انوار خلافت، مصنف مرزا محمود احمد)

۴...... غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا جو ہم ان کے ساتھ مل کر سکتے ہیں؟ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ ایک دینی اور دوسرا دنیوی۔ دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ

عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ وناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لئے حرام قرار دیئے گئے۔ غرض ہر ایک طریق سے ہم کو حضرت مسیح موعود نے غیروں سے الگ کیا ہے۔ (کلمۃ الفصل، مصنفہ بشیر احمد قادیانی)

ہمارا اعتراض اس بات پر نہیں کہ مرزائی اپنے آپ کو کیوں مسلمانوں سے علیحدہ ملّت سمجھ رہے ہیں؟ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حضرت ختم مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ (ان پر ہماری جانیں اور ہمارے ماں باپ قربان ہیں) کی بعثت کے بعد نبوت ورسالت کے کسی مدعی کے دعوے پر ایمان رکھنے والے لوگ مسلمانوں میں سے نہیں ہو سکتے۔ لیکن ہمیں اس پر دکھ ہے کہ یہ لوگ بوقتِ ضرورت اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک فرقہ یا مسلمانوں کی ایک جماعت کیوں ظاہر کرنے لگتے ہیں اور اپنے اس منافقانہ طرزِ عمل سے بے خبر اور بھولے بھالے مسلمانوں کو فریب کیوں دیتے ہیں؟

تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے مسیلمہ کذاب مرزا غلام احمد قادیانی کی یہ اُمت جس پر مسلمانوں سے کسی قسم کا دینی یا دنیوی تعلق رکھنا حرام ہے۔ مصیبت اور ضرورت کے وقت اُمّت مسلمہ کے آغوش میں پناہ لینے کی کوشش کیوں کرتی ہے؟ اور اُمت مسلمہ کی پناہ میں آنے کے بعد عقرب کی دم کی طرح اس امت پر نیش زنی کیوں جاری رکھتی ہے؟ مرزائیوں کی متذکرہ صدر ذہنیت اور ان کے **محوّلہ** بالا عقائد کے ساتھ ان کا اپنے آپ کو مسلمانوں کے سوادِ اعظم کا ایک حصہ ظاہر کرنا منافقت اور عیاری نہیں تو اور کیا ہے؟ مرزائیت کا سارا لٹریچر مسلمانوں کے خلاف منافرت انگیزی اور انبیائے کرام علیہم السلام اور صلحائے امت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہتک آمیز تذکار سے بھرا پڑا ہے۔ ہم بر سبیل تذکرہ بھی غلاظت کے ان انباروں کی نمائش نہیں کر سکتے جو مرزائیوں کے بدزبان متنبی نے اپنی تصنیفات میں ذخیرہ کر رکھے ہیں۔ جس قوم کی بنیادیں ہی مسلمانوں کے خلاف

منافرت و مغایرت کے جذبے کی خشت وگل سے استوار کی گئی ہوں، اس کا مسلمانوں میں مسلمانوں کی طرح گھل مل کے رہنا کس حد تک صحیح، جائز اور قابل برداشت سمجھا جا سکتا ہے؟ تاہم یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے کہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں اس قسم کی خطرناک ذہنیت رکھنے والی ایک جماعت موجود ہے جو دینی معتقدات کے لحاظ سے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں اور اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے دین کے پیرؤوں کی جماعت سمجھ رہی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پناہ لینے کیلئے نوکریاں اور عہدے حاصل کرنے کیلئے، ناجائز الاٹ منٹیں کرانے کے لئے، دنیوی اور سیاسی فوائد حاصل کرنے کیلئے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو ''مسلمانوں میں سے'' ظاہر کرنے لگتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی یہ منافقانہ روش مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جذبات وحسیات کی تلخی اور کشیدگی کو نہ صرف جاری رکھے گی، بلکہ ترقی دیتی چلی جائیگی۔ لہٰذا دین مرزائیت کے پیرؤوں کو سب سے پہلے اپنے مذہبی معتقدات کا معاملہ صاف کر لینا چاہئے اور دجل وتلبیس، منافقت، تاویل اور فریب استدلال کے تمام ہتھکنڈوں کو بالائے طاق رکھ کر جنہیں وہ اپنی امت کے ظہور کے وقت سے لیکر استعمال کرتے چلے آرہے ہیں، واضح اور معین الفاظ میں اعلان کر دینا چاہئے کہ وہ کیا ہیں اور کیا بن کر پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں؟ اگر وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت ورسالت پر ایمان رکھتے ہوئے مسلمانوں سے الگ ایک قوم بن کر رہنا چاہتے ہیں، تو انہیں صاف طور پر اپنی اس خواہش کا اعلان کر دینا چاہئے۔ تاکہ پاکستان کے جمہور اور پاکستان کے آئین وقانون کے نزدیک ان کا مقام معین ہو جائے۔ اگر وہ مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ یا ایک جماعت بن کر رہنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے ان عقائد باطلہ سے دست برداری کا کھلم کھلا اعلان کر دینا چاہئے جن کی انہیں مسلمان کہلانے کی خاطر طرح طرح کی تاویلیں کرنی پڑتی ہیں۔

مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

گذشتہ صحبت میں ہم دینی اور مذہبی حیثیت سے مرزائیوں کی منافقانہ روش پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ اور دکھا چکے ہیں کہ اس جماعت کے افراد مذہبی عقیدے کی رو سے اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھنے پر مجبور ہیں۔ لیکن دنیوی فوائد کے حصول کی خاطر حسب ضرورت خود کو مسلمانوں ہی کے سواد اعظم کا ایک فرقہ یا ان میں کی ایک جماعت ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ لہٰذا مذہبی حیثیت سے پاکستان میں ان کے مقام وموقف کی تعیین خود ان کیلئے اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے، تا کہ حدیں متعین ہو جائیں، تو اس مسلسل اور متواتر کشمکش اور بحث وجدال میں کمی واقع ہو جائے جو مرزائیت کے پیدائش کے دن سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان جاری ہے اور دونوں قوموں کیلئے اذیت کا موجب بنی رہی ہے۔ آج ہم سیاسی اعتبار سے اس فرقہ کی مغشوش ذہنیت اور منافقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جس کی طرف حال ہی میں ملک کے مقتدر اخبارات ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

مخفی نہ رہے کہ دین مرزائیت پچھلے دور کی برطانوی حکومت کی سیاسی مصلحتوں کا ''خود کاشتہ'' پودا ہے۔ جس کا اعتراف خود اس مذہب کے بانی مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ پچھلی صدی کے دوران میں برطانیہ کی استعمار خواہانہ سیاست کو جس نے زوال پذیر اسلامی ملکوں کو ''یونین جیک'' کے زیر سایہ لانے کی زبردست مہم جاری کر رکھی تھی۔ اسلامی ملکوں میں جابجا مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کا مقابلہ درپیش تھا اور برطانیہ کے وزیر اعظم ''مسٹر گلیڈ سٹون'' نے پارلیمنٹ میں قرآن کریم کو اپنے ہاتھ میں لیکر یہ کہا تھا کہ جب تک یہ کتاب موجود ہے۔ اس وقت تک برطانیہ کو اسلامی ملکوں پر تسلط جمانے میں

دقتیں پیش آتی رہیں گی۔ اس دور میں انگریز ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت کو پامال کرنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اور پے ہوئے اور سہمے ہوئے مسلمان دل سے فرنگی حکومت کے استیلا کو برا محسوس کر رہے تھے۔ بعض علماء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے رہے تھے۔ ان حالات میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی، مسیح موعود، نبی اور رسول ہونے کے دعوؤں کے ساتھ مسلمانوں میں سے ایک ایسی جماعت تیار کرنے کا کام شروع کر دیا جو برطانیہ کی حکومت کو منجانب اللہ آیۂ رحمت سمجھے۔ اس کی غیر مشروط وفاداری کا دم بھرے۔ ''جہاد بالسیف'' کے عقیدہ کو مذہبا باطل ٹھہرا کر حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرے۔ کیونکہ مسلمانوں کا یہی وہ جذبہ تھا جو دنیا میں ہر جگہ برطانیہ کی ''استعماری سیاست'' کی راہ میں مزاحم ہو رہا تھا اور مسلمانوں کے اسی جذبہ سے برطانیہ کی حکومت کو ہندوستان میں خطرہ تھا کہ کہیں یہ جذبہ ملک میں پھر ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کی سی کیفیت پیدا نہ کر دے۔ مرزائیت کے بانی ''مرزا غلام احمد قادیانی'' نے مسلمانوں کے ان عقائد پر ضرب لگانے کیلئے سرکار انگریزی کی وفاداری اور ''جہاد بالسیف'' کے عقیدے کی تنسیخ کے حق میں اتنا لٹریچر تصنیف کیا جس سے خود اس کے قول کے مطابق پچاس الماریاں بھر سکتی تھیں۔ اس نے اپنی تحریروں میں بڑے فخر سے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے جہاد کے عقیدہ کی تردید میں اشتہارات چھپوا چھپوا کر روم، شام اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھجوائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ مرزا غلام احمد نے دین مرزائیت کی بنیاد رکھنے کے بعد اپنے مریدوں کی جو پہلی فہرست شائع کی اس کی تمہید میں صاف طور پر یہ لکھ دیا کہ سرکار عالیہ اور اس کے حکام اپنے ان وفادار بندوں کا خاص خیال رکھے اور ان پر ہر طریق سے مہربان رہے۔ مرزا غلام احمد نے سرکار انگریزی کے سائے کو اپنی نبوت و رسالت کے لئے ''ربوہ'' یعنی جائے پناہ قرار دیا اور خدمت سرکار کے جوش میں نبی ہونے کا دعویٰ رکھنے کے باوجود جاسوسی اور مخبری کی

رضا کارانہ خدمات سرانجام دیں۔ جو اس کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہیں، جو اس کی کتاب ''تبلیغ رسالت'' جلد پنجم میں اب بھی موجود ہے۔

''قابل توجہ گورنمنٹ از طرف مہتمم کاروبار تجویز تعطیل جمعہ مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداسپور پنجاب!

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیر خواہی کیلئے ایسے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کئے جائیں جو در پردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں۔ اور ایک چھپی ہوئی بغاوت کو اپنے دلوں میں رکھ کر اسی اندرونی بیماری کی وجہ سے فرضیت جمعہ سے منکر ہو کر اس کی تعطیل سے گریز کرتے ہیں۔ لہذا یہ نقشہ اسی غرض کے لئے تجویز کیا گیا، تاکہ اس میں ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں کہ جو ایسے باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے ''برٹش انڈیا'' میں مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے برخلاف ہیں، اس لئے ہم نے اپنی محسن گورنمنٹ کی پولیٹکل خیر خواہی کی نسبت اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کئے جائیں، جو اپنے عقیدے سے اپنے مفسدانہ حالت کو ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ جمعہ کی تعطیل کی تقریب پر ان لوگوں کا شناخت کرنا ایسا آسان ہے کہ اس کی مانند ہمارے ہاتھ میں کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ وجہ یہ کہ ایک ایسا شخص ہو جو اپنی نادانی اور جہالت سے برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتا ہے۔ وہ جمعہ کی فرضیت سے ضرور منکر ہوگا۔ اور اسی علامت سے شناخت کیا جائے گا کہ وہ درحقیقت اسی عقیدہ کا آدمی ہے، لیکن ہم گورنمنٹ میں ادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے، ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی

راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی اور بالفعل یہ نقشے جن میں ایسے لوگوں کے نام درج ہیں گورنمنٹ میں نہیں بھیجے جائیں گے۔ صرف اطلاع دہی کے طور پر ان سے ایک سادا نقشہ چھپا ہوا جس پر کوئی نام درج نہیں فقط یہی مضمون درج ہے۔ ہمراہ درخواست بھیجا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ ونشان یہ ہیں۔ نمبر شمار...... نام معہ لقب وعہدہ...... سکونت...... ضلع...... کیفیت''۔

مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت

قسط ماسبق میں ہم اجمالی طور پر بیان کر چکے ہیں کہ ''دین مرزا برطانیہ کی استعماری سیاست کا ایک خود کاشتہ پودا ہے''۔ یعنی ایک ایسی سیاسی تحریک ہے جو انگریزوں کے مقبوضہ ہندوستان میں ایک ایسی مذہبی جماعت پیدا کرنے کے لئے شروع کی گئی جو سرکار برطانیہ کی وفاداری کو اپنا جزو ایمان سمجھے۔ غیر اسلامی حکومت یا نامسلم حکمرانوں کے استیلا کو جائز قرار دے اور ایک ایسے ملک کو شرعی اصطلاح میں دارالحرب سمجھنے کے عقیدہ کا بطلان کرے جس پر کوئی غیر مسلم قوم اپنی طاقت وقوت کے بل پر قابض ہوگئی ہو۔ انگریز حکمرانوں کی قہاریت اور جباریت کو مسلمان از روئے عقیدۂ دینی اپنے حق میں اللہ کا بھیجا ہوا عذاب سمجھتے تھے اور ان کی رضا کارانہ اطاعت کو گناہ متصور کرتے تھے۔ انگریز حکمران مسلمانوں کے اس جذبے اور عقیدے سے پوری طرح آگاہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس سرزمین میں ایک ایسا ''پیغمبر'' کھڑا کر دیا جو انگریزوں کو ''**أولی الامر منکم**'' کے تحت میں لا کر ان کی اطاعت کو مذہباً فرض قرار دینے لگا اور ان کے پاس ہندوستان کو دارالحرب سمجھنے والے مسلمانوں کی مخبری کرنے لگا۔ جس طرح باغبان اپنے خود کاشتہ پودے کی حفاظت وآبیاری میں بڑے اہتمام سے کام لیتا ہے۔ اسی طرح سرکار انگریزی نے دین

مرزائیت کو فروغ دینے کیلئے مرزائی جماعت کی پرورش کرنا اپنی سیاسی مصلحتوں کیلئے ضروری سمجھا۔ اور اس دین کے پیروؤں سے مخبری، جاسوسی اور حکومت کے ساتھ جذبہ وفاداری کی نشر واشاعت کا کام لیتی رہی۔ ۱۹۱۹ء میں جب مولانا محمد علی جوہر نے خلافت اسلامیہ ترکی کی شکست سے متاثر ہو کر مسلمانوں کو انگریزوں کی قابو چیانہ گرفت سے چھڑانے اور ارض مقدس کو عیسائیوں کے ہاتھ میں جانے سے بچانے کے لئے تحریک احیائے خلافت کے نام سے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی مہم شروع کی۔ اور عام مسلمان مولانا محمد علی جوہر اور دیگر زعمائے اسلام کی دعوت وتفیر پر کان دھر کر انگریزی حکومت سے ترک موالات کرنے پر آمادہ ہو گئے تو مرزائی جماعت نے اس دور کے وائسرائے کے سامنے ''سپاسنامہ'' پیش کرتے ہوئے سرکار انگریزی کو یقین دلایا کہ مسلمانوں کے اس جہاد آزادی کا مقابلہ کرنے کیلئے آپ کے خادم موجود ہیں جو سرکار انگریزی کی وفاداری کو مذہبی عقیدہ کی رو سے اپنا فرض سمجھتے ہیں۔'' چودھری ظفر اللہ خاں'' کا سیاسی عروج جسے پاکستان کی حکومت نے اپنا ''وزیر امور خارجہ'' بنا رکھا ہے۔ اس نقطہ سے شروع ہوتا ہے، کیونکہ مذکورہ بالا ''سپاسنامہ'' اسی چودھری نے پڑھا تھا، جو اس زمانہ میں ایک معمولی پائے کا وکیل تھا۔ اس ''سپاسنامہ'' کی بدولت وہ برطانوی سرکار کی نظروں میں چڑھ گیا جس نے اسے اتنا نوازا اتنا نوازا کہ آج پاکستان کی حکومت نے بھی اسے اپنا ''وزیر خارجہ'' بنا رکھا ہے۔ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ ہم یہ کہہ رہے تھے کہ انگریزی حکومت کے عہد میں مرزائیوں کی سیاست کا اندازہ تھا۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ اس پس منظر کے ساتھ مرزائیت کو نئے حالات سے دوچار ہونا پڑا، کیونکہ عوامی تحریکوں نے سرکار انگریزی کو مجبور کر دیا کہ وہ ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے مطالبۂ آزادی کے سامنے سر جھکاتے ہوئے بھارت اور پاکستان کی دو آزاد مملکتیں پیدا ہونے دے، یہاں سے بھارت اور پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی منافقانہ سیاست کا

آغاز ہوا۔ جب تک مرزائی جماعت کے اکابر کو اس امر کا یقین نہ ہو گیا کہ پاکستان بن کر رہے گا۔ اس وقت تک وہ ہندوستان کو ''اکھنڈ'' رکھنے کے حامی بنے رہے، بلکہ مرزائیوں کے دین کا موجودہ پیشوا ''مرزا بشیر الدین محمود'' اپنے پیروؤں کو حسب معمول اپنے رؤیاؤں اور الہاموں کے بل پر یہ نکتہ سمجھا تا رہا ہے کہ اکھنڈ ہندوستان ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے اللہ کی دی ہوئی وسیع بنیں ہے۔ اس لئے مرزائیوں کو چاہئے کہ وہ اس معاملہ میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت کرتے ہوئے ہندوستان کو ''اکھنڈ'' رکھنے کی کوشش جاری رکھیں۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ پاکستان تو بن کر رہے گا اور ہندو اور سکھ ان کی مشارکت کو قبول نہ کریں گے تو مرزا محمود نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ''ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا حق ہے''۔ اس مقام پر یہ نقطہ نوٹ کر لینے کے قابل ہے کہ ''اکھنڈ'' ہندوستان کی حمایت کا جذبہ تو مرزا محمود کے رؤیا اور الہام پر مبنی تھا، لیکن پاکستان کی حمایت کا اظہار محض واقعات کی رفتار کا نتیجہ ہے جس کے لئے مرزائیوں کے پاس کوئی رؤیائی یا الہامی سند موجود نہیں۔

پاکستان میں اس مغشوش ذہنیت کے ساتھ داخل ہونے کے بعد مرزائیوں نے مسلمانوں کے بھیس میں ڈاکوؤں کی ایک منظم جماعت کی طرح اس لوٹ کھسوٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جو قیام پاکستان کے ابتدائی اضطرابی دور میں عام ہو گئی تھی۔ جائز اور ناجائز الاٹمنٹوں کے بل پر انہوں نے جلد ہی اپنی حالت درست کر لی اور مرزا محمود نے پنجاب کے انگریز گورنر سر فرانس موڈی سے دریائے چناب کے کنارے ''ربوہ'' کے نام سے مرزائیت کا نیا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول زمین کا ایک قطعہ خرید لیا اور نو آبادی کی بنیاد رکھ دی۔ ادھر محمد علی جناح نے جنہیں عمر بھر مرزائیوں کی منافقانہ سیاست اور چودھری ظفر اللہ خاں کی پست ذہنیت کے مطالعہ کا موقعہ نہ ملا تھا، غالباً انگریزوں کی سفارش پر

چودھری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ بنالیا۔ ان کیفیات نے مرزائیوں کے حوصلے بہت بلند کر دیئے اور وہ اپنے آپ کو پاکستان کے مستقبل کا حکمران سمجھنے لگے، ان کی تنظیمی سرگرمیوں کا رخ ان دو مقاصد کی طرف منعطف ہو گیا کہ اپنی جماعت کو پاکستان کا حکمران طبقہ بنالیں اور مرزائیت کے مرکز قادیان کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش جاری رکھیں۔ پاکستان سے وفاداری، پاکستان کی خیر خواہی اور پاکستان کا استحکام ان کے سیاسی عزائم میں نہ کبھی پہلے داخل تھا، نہ اب داخل ہوا۔ غرض مرزائی پاکستان میں آباد ہونے اور اس کے سایۂ عاطفت میں ہر قسم کی آسائشیں اور رعایتیں حاصل کرنے کے باوجود سیاسی اغراض و مقاصد میں ملّتِ اسلامیہ کے سوادِ اعظم سے اسی طرح الگ کھڑے ہیں، جس طرح وہ مذہبی حیثیت سے الگ ہیں، سیاسی اعتبار سے ان کا لائحہ عمل یہ ہے کہ اپنی تنظیمی طاقت کے بل پر پاکستان کا حکومتی اقتدار حاصل کر لیا جائے اور قادیان کی بستی کو ہر ذریعہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، خواہ اس کی خاطر پاکستان کے کسی بڑے سے بڑے مفاد کو یا پاکستان کو قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس نکتہ کی وضاحت ہم آئندہ اقساط میں کریں گے۔

اکھنڈ ہندوستان اور قادیان

پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی مغشوش ذہنیت اور سیاسی منافقت تو اسی امر سے ظاہر ہے کہ ان کا موجودہ پیشوا اپنے ایک رؤیا کی بناء پر ''اکھنڈ ہندوستان'' کو احمدیت کے فروغ کیلئے خدا کی دی ہوئی ایک وسیع بیس سمجھتا تھا اور شاید اب بھی سمجھ رہا ہو، کیونکہ اس نے پہلے اس خیال یا عقیدہ کی تردید اب تک نہیں کی۔ صرف اتنا کہا کہ اپریل ۱۹۴۷ء تک میں ذاتی طور پر ''اکھنڈ ہندوستان'' کا حامی تھا۔ لیکن مئی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے ''نصب العین''

کا حامی بن گیا۔ اس کے علاوہ قادیان کی بستی کے ساتھ ان کی مذہبی عقیدت کا معاملہ بھی سیاسی حیثیت سے مرزائیوں کی ذہنیت کو مغشوش رکھنے کی خبر دے رہا ہے کیونکہ مرزائی قادیان کو اسی طرح اپنا قبلہ و کعبہ مقدس مقام اور متبرک اثر سمجھتے ہیں جس طرح مسلمان مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور القدس کو سمجھتے ہیں اور مرزائیوں کا یہ متبرک مقام بھارت کے حصے میں جا چکا ہے، جس کے تحفظ کے لئے وہ ہمیشہ بھارت کی حکومت کے دست نگر اور محتاج رہیں گے۔ مرزائیت کے مرکز کا بھارت کی ہندو حکومت کے قبضے میں ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ مرزائیوں کی مذہبی جان ہندوؤں کی مٹھی میں ہے اور اس جان کی خاطر مرزائی بھارت کی ہندو حکومت کی ہر طرح خوشامد اور چاپلوسی کرتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں یہ امر ہمیشہ پیش نظر رکھنے کے قابل ہے کہ چودھری ظفر اللہ خاں مرزائی نے پاکستان کا وزیر خارجہ بننے کے بعد بھارت کے ارباب حکومت سے قادیان سے سکھوں کے متبرک مقام ''ننکانہ'' تبادلہ کرنے کی بات چیت کی تھی، جس کا حال انہی دنوں بھارت کے اخباروں نے شائع کر دیا تھا۔ ''چودھری ظفر اللہ خاں'' کا مدعا یہ تھا کہ ''ننکانہ صاحب'' کا قصبہ بھارت کو دینے کیلئے پاکستان کی مملکت کا ایک معتد بہ ٹکڑا بھارت کے حوالے کر دیا جائے تاکہ مرزائی قادیان کی بستی کو حاصل کر لیں۔ مرزائیوں کی یہ خطرناک تجویز حکومت پاکستان کے کسی ہوشمند رکن کی بروقت فراست کے باعث عملی صورت اختیار نہ کر سکی۔ لیکن ''چودھری ظفر اللہ خاں'' نے ''ننکانہ'' میں سکھ سیواداروں کی ایک جماعت کو سکھوں کے متبرک مقامات کی دیکھ بھال کی اجازت دے کر بھارت کی حکومت سے پاکستان کے لئے نہیں اور پاکستان کے مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ اپنی مرزائی قوم کے لئے یہ حق حاصل کر لیا کہ مرزائی درویشوں کی ایک تعداد قادیان میں بود و باش رکھے۔

پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں کے متذکرہ صدر کارنامے کے بعد

یہ حقیقت ''الم نشرح'' ہو جاتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ قادیان کی خاطر پاکستان کا بڑے سے بڑا مفاد بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں، چنانچہ ہر مرزائی نے اپنے پیشوا کو اس مضمون کا تحریری حلف نامہ دے رکھا ہے کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہے گا۔ اس عہد نامہ کے الفاظ بصورت ذیل ہیں:

''ہمارا عہد: میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے قادیان کو احمدیہ جماعت کا مرکز مقرر فرمایا ہے، میں اس حکم کو پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش اور جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس مقصد کو کبھی بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دونگا اور میں اپنے نفس کو اور اپنے بیوی بچوں کو، اور اگر خدا کی مشیت یہی ہے اولاد کی اولاد کو ہمیشہ اس بات کے لئے تیار کرتا رہوں گا کہ وہ قادیان کے حصول کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی قربانی کرنے کے لئے تیار رہیں۔ اے خدا مجھے اس عہد پر قائم رہنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما''۔

بظاہر یہ عہد نامہ بے ضرر سا نظر آتا ہے اور کہا جائے گا کہ اگر مرزائی اپنے دینی مرکز کو دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کیلئے ہر قسم کی کوشش جاری رکھنے کا عہد کرتے ہیں تو اس میں حرج کی کونسی بات ہے، ہمارے نزدیک اس میں پاکستان کیلئے اور پاکستان کے مسلمانوں کے لیے حرج کی بات یہ ہے کہ قادیان کے حصول کے لئے ہر قسم کی کوشش کرنے کے ضمن میں ایسی کوششیں بھی آجاتی ہیں جو پاکستان اور مسلمانان پاکستان کے مفاد کو خطرہ میں ڈالنے والی ہوں۔

مثلاً: مرزائی ایک وقت ننکانہ صاحب سے قادیان کا تبادلہ کرنے کیلئے آمادہ ہو گئے تھے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور کسی وقت وہ قادیان حاصل کرنے کرنے کیلئے ہندوؤں

سے ہندوستان کو پھر سے اکھنڈ بنانے کی جدوجہد کا سودا کر سکتے ہیں یا بھارت سرکار سے قادیان کی واپسی کا وعدہ لیکر پاکستان میں بھارت کا ففتھ کالم بننے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں ۔ ہمارے نزدیک مرزائیوں کی یہ ذہنیت وکیفیت اس قابل نہیں کہ اسے سرسری طور پر نظرانداز کر دیا جائے ۔ ان کے دینی مرکز کی یہ ضعیف اور ان کا خود پاکستان میں رہنا ایسی کیفیات ہیں جو انہیں ہمیشہ پاکستان کا وفادار شہری بننے سے روکتی رہیں گی اور پاکستان کے متعلق ان کی مغشوش ذہنیت ہمیشہ انہیں پاکستان کے متعلق سیاسی منافقت کی روش جاری رکھنے پر آمادہ کرتی رہے گی۔

متوازی نظام حکومت

گزشتہ اقساط میں ہم روشن شواہد اور بین دلائل سے دکھا چکے ہیں کہ مرزائیت مذہبی اعتبار سے دجل وتلبیس کے ایسے کھیلوں کا دوسرا نام ہے جو تاویلات اور فریب استدلال کے بل پر رچائے جارہے ہیں، ان کے معتقدات دین اسلام کے بنیادی معتقدات سے یکسر متغائر اور مسلمانوں کیلئے شرعاً وایماناً ناقابل برداشت ہیں۔ ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ مرزائی ازروئے عقیدہ مذہبی اپنے آپ کو مسلمانوں سے ایک الگ قوم سمجھتے ہیں ۔ لیکن دنیوی فوائد حاصل کرنے کیلئے پہلے بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کے سواداعظم کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی منافقانہ کوشش کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے رہتے ہیں، اسی کے بعد ہم سیاسی اعتبار سے مرزائیت کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے اس امر کو واضح کر چکے ہیں کہ پاکستان کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش اور ملت اسلامیہ کی سیاسی رفتار کے متعلق ان کی روش صریح منافقت پر مبنی ہے۔ سیاسی اعتبار سے وہ اہل سنت وجماعت مسلمانوں سے الگ اغراض ومقاصد رکھتے ہیں جو کسی نہ کسی وقت

مسلمانوں کے مقاصد سے متصادم ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کا موجب بن سکتے ہیں۔ آج ہم ان کی سیاسی تنظیم کا تجزیہ کر رہے ہیں جو مذہبی تنظیم کے نام پر چلائی جا رہی ہے اور جو پاکستان میں اس کے جمہوری نظام حکومت کے مقابلے میں متوازی نظام حکومت قائم کر چکی ہے۔ یا کر رہی ہے۔

امیر المومنین: اس سلسلے میں سب سے پہلی اور سب سے زیادہ اہم حقیقت یہ ہے کہ مرزائیوں نے اپنے مذہبی پیشوا اور اپنے سیاسی لیڈر کو ''امیر المومنین'' کا لقب دے رکھا ہے۔ مسلمانوں کی روایات میں ''امیر المومنین'' کا لقب اس بلند ترین سیاسی مقام کا مظہر ہے جو عصر حاضر کے جمہوری نظام ہائے حکومت میں صدر جمہوریت کو حاصل ہوتا ہے۔ ''امیر المومنین'' کی اصطلاح خالصۃً سیاسی اصطلاح ہے جس کا استعمال صرف اسی شخصیت کے لئے حصر ہونا چاہئے جسے مسلمانوں نے خود منتخب کر کے ''امیر'' یعنی طے شدہ حکومتی اختیارات کا حامل ومجاز بنا دیا ہو۔ مرزائیوں کی طرف سے اپنے پیشوا کیلئے ''امیر المومنین'' کے لقب کا استعمال ہی ان کے اس معہود ذہنی کو ظاہر کر رہا ہے۔ وہ پاکستان میں جمہور پاکستان کے مشورے کے بغیر اس کا ایک امیر بنائے بیٹھے ہیں اور ''ملت پاکستان'' کے نظامِ حکومت کو باطل سمجھتے ہیں، کسی اسلامی مملکت میں دو ہی اقسام کے شخص اپنے آپ کو ''امیر المومنین'' کہلا سکتے ہیں، ایک وہ جن کے دماغوں میں اختلال ہو اور اختلال دماغی کے باعث وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ اس جلیل القدر عہدہ پر فائز ہونے کے حقدار وہ ہیں لیکن واقعات نے انہیں ایسا بننے نہ دیا۔ دوسرے وہ لوگ جو ملک کا امر یعنی حکومتی اقتدار غصب کرنے کے خواہشمند ہوں اور اس کے لئے ساز باز و تیاری اور کوشش کرنے کے سلسلہ میں پہلے قدم کے طور پر حکومت متوازی قائم کر کے خود ''امیر المومنین'' بن بیٹھیں ظاہر ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود حواس باختہ لوگوں کے

زمرے میں سے نہیں بلکہ ایک عیار آدمی ہے جو پاکستان میں ''امیر المومنین'' بننے کے خواب دیکھ رہا ہے اور مقصد کے حصول کے لئے جمہور پاکستان کے بنائے ہوئے نظام حکومت کے مقابلے میں اپنا الگ نظام حکومت قائم کر رہا ہے۔ تاکہ وقت آنے پر اپنے موقتہ نظام حکومت کو نافذ کر سکے۔ مرزا بشیر الدین محمود کا ''امیر المومنین'' کہلانا توکئی اعتبارات سے قابل اعتراض بات ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر وہ ''امیر المرزائین'' یا ''امیر الاحمدیین'' کا لقب بھی اختیار کرتا تو جمہور پاکستان اور حکومت پاکستان کیلئے یہ دیکھنا ضروری تھا کہ آیا یہ شخص متوازی نظام حکومت چلانے کا مرتکب تو نہیں ہو رہا اور امیر کہلانے کے متعلق اس کی خواہش سیاسی بغاوت کے ارادوں کی حامل تو نہیں؟

مرزائی تنظیم کا رنگ و روغن: صرف یہی نہیں کہ مرزائی اپنے پیشوا کو ''امیر المومنین'' کے لقب سے پکارتے ہیں بلکہ مرزائیوں کے اس امیر نے ایک قسم کا متوازی نظام حکومت بھی قائم کر رکھا ہے جس میں حکومتی نظام کی طرح الگ الگ شعبے اور نظارتیں موجود ہیں۔ نظارت امور داخلہ، نظارت امور خارجہ، نظارت نشر و اشاعت، نظارت امور عامہ، نظارت امور مذہبی وغیرہ کے نام سے مرزائیوں کی اس امارت کے باقاعدہ شعبے کام کر رہے ہیں اور تمام مرزائی بدرجہ اوّل اپنے ''امیر المومنین'' اور اپنے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں اور ملکی نظام حکومت کے کاموں میں اسی کے حکم اور اسی کی اجازت سے حصہ لیتے ہیں، ان میں سے کوئی ملکی وزیر بنالیا جاتا ہے یا کسی بڑے عہدے پر فائز کیا جاتا ہے۔ فوج میں بھرتی ہوتا ہے یا کوئی اور ملازمت اختیار کرتا ہے، تو معہود ذہنی کے ساتھ ایسا کرتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے ''امیر المومنین'' کا تابع فرمان ہے جس نے اسے مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش روی کی غرض سے ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے، یہ بات کہ مرزائی

جماعت کے لوگ بدرجہ اوّل اپنے ''امیرالمومنین'' کے نظام حکومت کے تابع فرمان ہیں، اس امر سے ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی حکومت اس شخص کو اپنی تنظیم سے خارج کر دیتی ہے۔ جو ''امیرالمومنین'' کی اجازت کے بغیر یا اس کے حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پاکستان کی کوئی ملازمت اختیار کرلیتا ہے۔ اس حقیقت کے شواہد کے مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' کی ورق گردانی سے بہت مل سکتے ہیں، مرزائیوں کے اس معہود ذہنی کا ثبوت ڈاکٹر اقبال کے ایک بیان سے بھی ملتا ہے۔ جو انہوں نے ۱۹۳۳ء میں کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہونے کے بعد دیا۔ اس بیان میں ڈاکٹر صاحب اپنے استعفیٰ کے وجوہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقہ کے امیر کے سوا کسی دوسرے کی اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ احمدی وکلاء میں سے ایک صاحب نے جو میر پور کے مقدمات کی پیروی کررہے تھے، حال ہی میں اپنے ایک بیان میں واضح طور پر اس خیال کا اظہار کردیا۔ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ وہ کسی کشمیر کمیٹی کو نہیں مانتے اور جو کچھ انہوں نے یا ان کے ساتھیوں نے اس ضمن میں کیا وہ ان کے امیر کے حکم کی تعمیل تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے ان کے اس بیان سے اندازہ لگایا کہ تمام احمدی حضرات کا یہی خیال ہوگا اور اس طرح میرے نزدیک کشمیر کمیٹی کا مستقبل مشکوک ہوگیا''۔

متوازی نظام حکومت

ڈاکٹر اقبال کا متذکرۃ الصدر بیان (جو ہم سابقہ قسط میں درج کرچکے ہیں) اس امر کا روشن ثبوت ہے کہ مرزائی جہاں کہیں ہو اور جس نظام کار میں کام کررہا ہو وہاں بھی اپنے ہی امیر کے حکم پر چلنا ضروری سمجھتا ہے اور وہیں سے احکام حاصل کرتا ہے۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے افراد کشمیر کمیٹی میں ہوں یا مسلم لیگ میں، ملکی سرکاری ملازمت میں ہوں یا پاکستان کی افواج میں، قانون ساز اسمبلیوں میں ہوں یا مجلس وزراء میں ہر جگہ اپنے فرقہ کے ''امیر المومنین'' کے تابع فرمان ہیں۔ اور اس دوسرے نظام کی اطاعت ووفاداری کو جس میں وہ منافقانہ ذہنیت کے ساتھ منسلک ہو جاتے ہیں اپنے اس نظام حکومت کی اطاعت ووفاداری کا تابع خیال کرتے ہیں، جوانہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی حیثیت سے قائم کر رکھا ہے۔ مرزائیوں کے اس ذہنی تحفظ کا نتیجہ یہ ہے کہ مرزائی افسر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ اور اپنے متوازی نظام حکومت کے مقاصد کی پیش کرو کیلئے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے مرزائی ملازمین کے اس ذہنی تحفظ کے بہت سے ثبوت مہیا کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہم بر سبیل تذکرہ اپنے دعوے کی تائید میں صرف چند مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کریں گے۔

چودھری ظفر اللہ خاں کی منافقت: سب سے پہلے پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں ہی کو لیجئے۔ اس شخص پر جناح صاحب نے احسان کیا اور اسے کسی قسم کی عوامی تائید کے بغیر پاکستان کا ''وزیر امور خارجہ'' بنادیا تا کہ اقوام متحدہ کی بحثوں میں حکومت پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وکالت کا وظیفہ ادا کرے۔ راقم الحروف چودھری ظفر اللہ خاں کی قانونی قابلیتوں اور وکیلانہ صلاحیتوں کا بھی چنداں قائل نہیں۔ اور سمجھتا ہے کہ اس کام کے لئے چودھری ظفر اللہ خاں کی بہ نسبت بہتر صلاحیتوں کا کوئی اور شخص مقرر کیا جاسکتا تھا جو اس کام کو احسن طریق سے سرانجام دے سکتا۔ لیکن جناح صاحب کی نگاہ انتخاب چودھری ظفر اللہ خاں پر پڑی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ یہ چھپا تا ہوا مرزائی وکیل وزارت خارجہ کے منصب پر فائز ہو جانے کے بعد اپنی سرگرمیوں کو پاکستان کی خدمت کے لئے وقف کر دیتا، جس کے

خزانے سے وہ بھاری بھرکم تنخواہ اور الاؤنس لے رہا ہے، لیکن اس نے اپنے بلند منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے باہر کے ملکوں پر یہ ظاہر کرنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ پاکستان میں ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے جس کے حکم سے وہ یو۔این۔او کی بحثوں میں پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وکالت کرنے پر مامور ہے۔ اور اس کی اجازت کے بغیر وہ عرب ممالک کی مجلس متحدہ کبیر کی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتا کہ انجمن اقوام متحدہ کے دوائر کی تعطیل کے دنوں میں بھی وہیں ٹھہرے۔ اور بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں فلسطین کے مسائل کے متعلق عرب ملکوں اور پاکستان کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت اور نشر و اشاعت کرے۔ چودھری ظفر اللہ خاں کی اس عیارانہ چال سے متاثر ہو کر فلسطین کے عربوں کی انجمن نے مرزائیوں کے ''امیر المومنین'' کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست بزبان برق بھیجی کہ ''آپ پاکستان کے وزیر خارجہ کو یو۔این۔او کے کام کے تعطل کے دوران میں واپس نہ بلائیں بلکہ اسے یہیں رہنے کا حکم صادر فرمائیں''۔ چودھری ظفر اللہ خاں کی یہ حرکت یقیناً اس قابل تھی کہ پاکستان کی حکومت اس سے اس کا جواب طلب کرتی۔ اگر پاکستان میں کوئی حقیقی امیر المومنین ہوتا تو اپنی حکومت کے اس وزیر خارجہ سے بھی جواب طلب کرتا اور اس خود ساختہ ''امیر المومنین'' سے بھی پوچھ لیتا جو لاہور کی ایک الاٹ شدہ بلڈنگ میں بیٹھ کر حکومت پاکستان کے وزیر خارجہ کے نام احکام صادر کرنے کی جرأت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ابھی پاکستان کا بنیادی دستور حکومت وضع ہو کر نافذ نہیں ہوا اور اس کے موجودہ ارباب حکومت بیدار مغز نہیں جو پاکستان کے متعلق عزائم بد رکھنے والے اور جمہور کے برپا کیے ہوئے نظام حکومت کے سائے میں ایک متوازی نظام حکومت چلانے والے لوگوں کی حرکات کا نوٹس لیں۔

ڈپٹی سیکرٹری اور ڈپٹی کسٹوڈین: مرزائیت کے فروغ کے لئے سرکاری حیثیت کے استعمال کی ایک افسوس ناک مثال حال ہی میں حکومت پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری شیخ اعجاز احمد اور کراچی کے ڈپٹی کسٹوڈین چودھری محمد عبداللہ خاں برادر اصغر چودھری ظفر اللہ خاں نے پیش کر دکھائی۔ ۲۰ فروری کو مرزائیوں نے ملک کے متعدد مکانات پر ''یوم مصلح موعود'' منایا۔ اس روز مرزائیوں نے کراچی کے ''خالق دینا ہال'' میں بھی اپنا ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی صدارت ''شیخ اعجاز احمد ڈپٹی سیکرٹری فوڈ ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ پاکستان'' نے کی اور اس میں چودھری عبداللہ خاں ڈپٹی کسٹوڈین کراچی نے بھی تقریر کی۔ اپنے مذہبی تبلیغی جلسے میں سرکاری اور حکومت کے بڑے بڑے عہدے داروں کی شمولیت تو ایک حد تک جائز اور قابل عفو سمجھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں مرزائیوں نے کراچی میں جو ''قد آدم'' پوسٹر شائع کئے۔ ان میں جلی قلم سے ان سرکاری عہدے داروں کے نام اور عہدے خصوصیت کے ساتھ درج کر دیئے گئے اور ان دونوں سرکاری عہدے داروں نے جلسہ میں نمایاں اور ذمہ دارانہ حیثیت سے شرکت کی۔ تاکہ لوگوں پر یہ ظاہر ہو کہ حکومت پاکستان سرکاری حیثیت کے استعمال کی اس حرکت پر کراچی کے اخبار ''نوروز'' نے احتجاج کی صدا بلند کی۔ لیکن مرزائی ایسے احتجاجوں کو کب خاطر میں لاتے ہیں۔ ان کے متوازی نظام حکومت کی ہدایات یہی ہیں۔ کہ پہلے عہدے حاصل کرو اور پاکستان کے نظام ملازمت سرکار میں منسلک ہو جاؤ، پھر اپنی سرکاری حیثیت کو مرزائیت کے فروغ کے لئے استعمال کرو تاکہ کسی وقت مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت جمہور پاکستان کے از روئے آئین وقانون قائم کئے ہوئے نظام حکومت کو برطرف کر کے اس کی جگہ خود لے سکے۔

ملازمت کے لئے اجازت کی شرط: متذکرہ مثالیں یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی سے زیادہ

ہیں کہ جو مرزائی پاکستان کے سرکاری عہدوں پر فائز ہیں یا سرکاری ملازمتوں میں کام کر رہے ہیں وہ اپنے آپ کو اس نظام حکومت کا ملازم نہیں سمجھتے جس کے خزانہ میں سے وہ تنخواہیں لے رہے ہیں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس متوازی نظام حکومت کا ملازم خیال کرتے ہیں جو مرزائیوں نے الگ قائم کر رکھی ہے، جس کا ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے۔ نظارتیں بھی ہیں محکمے اور شعبے بھی قائم ہیں۔ یہ نظام حکومت اپنی رعایا میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے اس قدر متعصب ہے کہ اگر کوئی مرزائی اس نظام حکومت سے اجازت لئے بغیر کوئی سرکاری ملازمت قبول کر لیتا ہے تو اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے اور اس کو مقاطعہ کی سزا دے دی جاتی ہے، ایسے حکم کی ایک مثال ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں جو مرزائیوں کے سرکاری گزٹ ''الفضل'' مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۹ء کے صفحہ ۴ پر شائع ہوئی۔

وھو ھذا۔

''چونکہ شریف احمد گجراتی مواقف زندگی ابن ماسٹر محمد الدین صاحب لائبریرین تعلیم الاسلام کالج لاہور بغیر اجازت متعلقہ دفتر والٹن سکول لاہور میں سٹیشن ماسٹر کی ٹریننگ کے لئے داخل ہو گئے تھے۔ ان کے اس فعل پر حضور نے انہیں اخراج از جماعت اور مقاطعہ کی سزا دی ہے۔ احباب کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔'' (ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کی غفلت اور کم نگاہی کا نتیجہ ہے کہ مرزائی جماعت نے پاکستان میں آ کر پاکستان کے نظام حکمرانی کے مقابلے میں اپنا ایک متوازی نظام قائم کر لیا اور پاکستان کی سرکار کے مرزائی ملازم جو ہر صیغہ اور ہر شعبہ میں بڑے بڑے عہدوں اور کلیدی اسامیوں پر فائز نظر آتے ہیں۔ پاکستانی سرکار کے بجائے مرزائیوں کے اپنے نظام حکومت کے ظاہر اور مخفی احکام پر چلنے لگے۔ پاکستان کے وزیر خارجہ نے تو علی

الاعلان بیرونی اسلامی ملکوں پر یہ ظاہر کرنا چاہا بلکہ ظاہر کردیا کہ پاکستان میں ایک ''امیر المومنین'' بھی ہے جس کے حکم اور ہدایت سے وہ پاکستان کی وزارت امور خارجہ کے وظائف ادا کر رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ عربوں کی انجمن نے چودھری ظفر اللہ خاں سے لیک سکسس میں قیام کرنے اور مسئلہ فلسطین کے متعلق بین الاقوامی سیاسی حلقوں میں عربوں کے زاویۂ نگاہ کی وضاحت کرنے کی جو درخواست کی تھی وہ ان کی پرائیویٹ یا مرزائیانہ حیثیت سے نہ تھی۔ بلکہ ان کی درخواست پاکستان کے اس وزیر امور خارجہ سے تھی جو انجمن اقوام متحدہ کے دوائر میں پاکستان کی نمائندگی کرنے پر مامور تھا۔ اس درخواست کے جواب میں چودھری ظفر اللہ خاں کا یہ کہنا کہ مجھے ٹھہرانے کی ضرورت ہے تو حکومت پاکستان سے نہیں بلکہ ''امیر المومنین'' سے استدعا کرو، مرزا بشیر الدین محمود کو پاکستان کا ''امیر المومنین'' ظاہر کرنے کی کوشش نہیں تو اور کیا ہے؟

فرقان بٹالین: اور لیجئے، مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت صرف ''امیر المومنین'' اور محکمے شعبے اور نظارتیں ہی نہیں رکھتا بلکہ اس نے باقاعدہ فوج کی بنیاد بھی رکھ لی ہے۔ چنانچہ آزاد کشمیر کی افواج میں مرزائیوں کی ایک الگ پلٹن ''فرقان بٹالین'' کے نام سے قائم ہو چکی ہے۔ جس کو آزاد کشمیر کی حکومت سے اسلحہ، گولی بارود، وردی اور راشن مہیا کیا جاتا ہے۔ کہا جائیگا کہ اگر مرزائی اپنے شوق سے کشمیر کے جہاد آزادی میں حصہ لے رہے ہیں تو ان کی الگ ''بٹالین'' بنا دینے میں حرج کی بات ہی کیا ہے؟ لیکن سوال یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت نے مرزائی مجاہدین کو الگ بٹالین بنانے کی اجازت کس بنا پر دی؟ کیا مرزائی دوسرے مجاہدین کی طرح آزاد کشمیر کی افواج میں عام لوگوں کی طرح بھرتی نہیں ہو سکتے تھے؟ ہو سکتے تھے لیکن مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کو اپنی جداگانہ تربیت یافتہ فوج

تیار کرنا مقصود تھا۔ اس لئے مرزائی اکابر نے آزاد کشمیر کی کم نظر حکومت سے ''فرقان بٹالین'' بنانے کی اجازت حاصل کر لی تا کہ ''مرزائی جوان'' جنگی تربیت حاصل کر لیں۔ اور جب مرزا بشیر الدین محمود کو کوئی نیا خواب آئے یا وہ کوئی نیا رؤیا دیکھنے کا دعویٰ کر بیٹھے تو یہ فوج مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے کام آ سکے۔

صیغۂ راز یا خفیہ امور: مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت میں مختلف محکمے، نظارتیں اور دار القضا یعنی فیصلے صادر کرنے والے ادارے ہی نہیں بلکہ ان کے ہاں دوسرے حکومتی نظاموں کی طرح ''راز'' کا ایک صیغہ بھی ہے چنانچہ ''الفضل'' جنوری کے صفحات ۳ و ۴ پر مقامی امیروں (مرزائی گورنروں) اور مقامی جماعتوں کے پریذیڈنٹوں وغیرہ کے وظائف واختیارات کے متعلق جو نظام نامہ شائع کیا گیا۔ اس میں حسب ذیل قواعد کی شقیں بھی موجود ہیں:

''ایسی صورت (یعنی ویٹو پاور کے استعمال کی صورت) میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ایک باقاعدہ رجسٹر میں جو سلسلہ کی ملکیت تصور ہوگا۔ اپنے اختلاف کی وجوہ ضبط تحریر میں لائے یا اگر ان وجوہ کا اس رجسٹر میں لکھنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف سمجھے تو کم از کم یہ نوٹ کرے کہ میں ایسی وجوہ کی بنا پر جن کا اس جگہ ذکر کرنا سلسلہ کے مفاد کے خلاف ہے، کثرت رائے کے خلاف فیصلہ کرتا ہوں۔

لیکن اس مؤخر الذکر صورت میں مقامی امیر کا یہ فرض ہوگا کہ اپنے اختلاف کی وجوہ تحریر کر کے ''بصیغۂ راز'' مرکز میں ارسال کرے''۔

مرزائیوں کے نظام حکومت کے ان قواعد سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس مذہبی جماعت کی بعض باتیں بصیغۂ راز بھی ہیں۔ جن کی روداد کو وہ رجسٹر میں درج کرنا خلاف

مصلحت سمجھتے ہیں۔ یہ سب مرزائیوں کی تنظیم کی ظاہری علامات ہیں، جو ثابت کر رہی ہیں کہ اس جماعت کے لوگوں نے ایک متوازی نظام حکومت قائم کر رکھا ہے اور مرزائی جہاں بھی ہے اس نظام حکومت کا تابع اور وفادار ہے اور اس کی ترقی اور تحکیم کے لئے کام کر رہا ہے۔

قادیان کا ایک نظارہ: مرزائیوں کے رجحانات، عزائم اور اعمال کو پوری طرح جانچنے اور سمجھنے کے لئے ایک نگاہ ان کے ان مصدقہ کوائف پر بھی ڈال لی جائے جو زمانہ قبل از تقسیم کے ایک عدالتی فیصلہ میں ثبت ہو چکے ہیں، تو بے جا نہ ہوگا۔ گورداسپور کے سیشن جج نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مشہور مقدمہ کا فیصلہ لکھتے ہوئے جس میں فاضل جج نے شاہ صاحب موصوف کو مرزائیوں کے خلاف منافرت پھیلانے کے جرم کا مرتکب ٹھہرایا۔ مرزائیوں کی تنظیم پر بھی تبصرہ کیا جس کے ضمن میں اس نے لکھا:

قادیانی مقابلتاً محفوظ تھے۔ اس حالت نے ان میں متمردانہ غرور پیدا کر دیا۔ انہوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لئے ایسے حربوں کا استعمال شروع کیا جنہیں ناپسندیدہ کہا جائے گا، جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا انہیں مقاطعہ قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے کر دہشت انگیزی کی فضا پیدا کی۔ بلکہ بسا اوقات انہوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔ قادیان میں رضا کاروں کا ایک دستہ (والینٹر کور) مرتب ہوا۔ اور اس کی ترتیب کا مقصد غالباً یہ تھا کہ قادیان میں "**لمن الملک الیوم**" کا نعرہ بلند کرنے کے لئے طاقت پیدا کی جائے۔ انہوں نے عدالتی اختیارات بھی اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ دیوانی اور فوجداری مقدمات کی سماعت کی۔

دیوانی مقدمات میں ڈگریاں صادر کیں اور ان کی تعمیل کرائی گئی۔ کئی اشخاص کو قادیان سے نکالا گیا اور یہ قصہ یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ قادیانیوں کے خلاف کھلے طور پر الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے مکانوں کو تباہ کیا، جلایا اور قتل تک کے مرتکب ہوئے۔ اس خیال سے کہ کہیں ان الزامات کو احرار کے تخیل کا نتیجہ نہ سمجھ لیا جائے۔ میں چند ایسی مثالیں بیان کردینا چاہتا ہوں جو مقدمہ کی مثل میں درج ہیں۔

یہاں چند مثالیں بیان کرنے کے بعد جو عدالت کی رائے میں پایۂ اثبات کو پہنچ چکی تھیں اور مسل پر لائی جا چکی تھیں۔ فاضل جج نے لکھا: ''یہ افسوسناک واقعات اس بات کی منہ بولتی شہادت ہیں کہ قادیان میں قانون کا احترام بالکل اٹھ گیا تھا۔ آتشزنی اور قتل تک کے واقعات ہوئے تھے۔ مرزا نے کروڑوں مسلمانوں کو جو اس کے ہم عقیدہ نہ تھے شدید دشنام طرازی کا نشانہ بنایا۔ اس کی تصانیف ایک اسقف اعظم کے اخلاق کا انوکھا مظاہرہ ہیں، جو صرف نبوت کا مدعی نہ تھا بلکہ خدا کا برگزیدہ انسان اور مسیح ثانی ہونے کا مدعی تھا''۔

معلوم ہوتا ہے کہ (قادیانیت کے مقابلہ میں) احکام غیر معمولی حد تک مفلوج ہوچکے تھے۔ دینی اور دنیاوی معاملات میں مرزا کے حکم کے خلاف کبھی آواز بلند نہیں ہوئی۔ مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایت پیش ہوئی۔ لیکن وہ اس کے انسداد سے قاصر رہے۔ مثل پر کچھ اور شکایات بھی ہیں لیکن ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے۔ اس مقدمہ کے سلسلہ میں صرف یہ بیان کردینا کافی ہے کہ قادیان میں جوروستم رانی کا دوردورہ ہونے کے متعلق نہایت واضح الزامات عائد کئے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً کوئی توجہ نہ ہوئی۔

قصہ مختصر متوازی نظام حکومت بنا کر چلنا مرزائیوں کی پرانی عادت ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس کا رانگریزی نے تو اپنے خود کاشتہ پودے کی ترقی کے لئے مرزائیوں کو متوازی نظام حکومت بنانے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ کیا پاکستان کی حکومت بھی اس امر کو گوارا کرسکتی ہے کہ مرزائی اس ملک میں بیٹھ کر متوازی نظام حکومت چلائیں جو کسی وقت پاکستان کی صحیح حکومت اور پاکستان کے عوام کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کرنے کا موجب بن سکتا ہے اور بن کر رہے گا؟

پاکستان کیلئے ایک مستقل خطرہ

ہم نے اقساط ماسبق میں ''مرزائیت'' کے خدوخال کا جو نقشہ قارئین کرام کے سامنے پیش کیا ہے اور مرزائی جماعت کی تنظیم کا جو تجزیہ کر دکھایا ہے وہ ٹھوس حقائق پر مبنی ہے۔ اور ایسا کرتے وقت ہم نے کسی قسم کی مبالغہ آرائی، داستان سرائی اور متعصبانہ قیاس آرائی سے کام نہیں لیا۔ ہر دعویٰ کے ساتھ ہم نے محض بر سبیل تذکرہ خود مرزائی اکابر کے اعمال و اقوال کے ناقابل تردید حوالے پیش کر دیئے ہیں۔ انہی بیّن اور روشن شواہد کی بنا پر ہم نے وہ نتائج اخذ کئے ہیں جو مرزائیت اور مرزائیوں کی تنظیم کے خطرناک رجحانات وعزائم کا پتہ دے رہے ہیں۔ اپنی صحافتی ذمہ داریوں کے پیش نظر ہمارا فرض منصبی یہ ہے کہ جمہور پاکستان اور اس کے ارباب فکر و قیادت نیز ارکان واعضائے حکومت کو اس کیفیت کی طرف توجہ دلائیں جو پاکستان میں دجل وتلبیس اور فریب و مکاری کے پردوں کے پیچھے نشوونما پارہی ہے۔ اور اس کا بروقت انسداد نہ کیا گیا تو کسی دن پاکستان کو کئی قسم کے خطرات سے دوچار کرنے اور پاکستان کے باشندوں کے بے طرح مبتلائے آلام بنانے کا موجب بن سکتی ہے۔ بلاشبہ ہم مرزا بشیر الدین محمود یا اس کے باپ کی طرح یہ پیشینگوئی کسی وحی،

الہام، رؤیا یا خواب کی بنا پر نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس بصیرت کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کو عطا فرماتا ہے ایسا کہہ رہے ہیں۔ لیکن ہم کہے دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی ''الہامی'' پیشینگوئیاں اور مرزا بشیر الدین محمود کی ''رؤیائی'' تعبیریں تو غلط ہو سکتی ہیں لیکن ہمارا یہ پیش (انداز) حرف بحرف صحیح ثابت ہو کر رہے گا کہ ''مرزائیت'' مسلمانان پاکستان کو بھاری تکالیف اور ہمت آزما آلام میں مبتلا کر کے رہے گی۔ ان تکالیف و آلام سے بچنے کا واحد طریق یہ ہے کہ مرزائیت کی حدود ابھی سے متعین کر دی جائیں۔ اور مرزائیوں کی تنظیم پر سرکاری اور غیر سرکاری حیثیت سے کڑی نگاہ رکھی جائے، ورنہ اس طرف سے غافل رہنے کا خمیازہ مسلمانوں کو بھاری نقصانات کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔ **وما علینا الا البلاغ۔**

حرف مطلب: اقساط ماسبق میں ہم نے ''مرزائیت'' کا جو تجزیہ کیا ہے اس کا لب لباب بصورت ذیل بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱..... مرزائی مسلمانوں سے الگ ایک اور قوم ہیں جس کا بنیادی اعتقادی نقطہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ہے۔ لیکن یہ قوم دنیوی فوائد حاصل کرنے کے لئے بوقت ضرورت اپنے آپ کو مسلمانوں ہی کے متعدد ان فرقوں میں سے ایک فرقہ ظاہر کرنے لگتی ہے جو فروعی اختلافات کے باعث بن چلے ہیں۔

۲..... دین مرزائیت کے پیرو مسلمانوں کی دینی اور ملی اصطلاحات ان کے صحیح محل کے علاوہ اپنے اکابر کیلئے بالاصرار استعمال کر کے دین اسلام اور عامۃ المسلمین کی غیرت کا استہزاء کرتے ہیں اور اس طرح مسلسل اشتعال انگیزی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے لئے ''صلوٰۃ وسلام'' مرزا کے ساتھیوں کو ''صحابہ کرام'' کا لقب دے کر ان کے لئے

''رضی اللہ عنہ'' کی دعا کا استعمال۔مرزا کی بیویوں کیلئے ''امہات المومنین'' کا لقب، مرزا کی بیٹی کے لئے ''سیدۃ النساء'' کا لقب، اپنے پیشوا کیلئے ''امیر المومنین'' کا لقب اور مرزائیوں کے متوازی نظام حکومت کے لیے ''خلافت'' کی اصطلاح بلاتکلف استعمال کر رہے ہیں۔ان کی یہ حرکتیں پاکستان کی مسلمان اکثریت کے لئے ناقابل برداشت ہیں اوران کے استعمال پر مرزائیوں کا اصرار ایک قسم کی شرارت ہے جو فساد انگیزی کی نیت سے مسلسل کی جارہی ہے۔

۳...... پاکستان کی اسلامی مملکت کے متعلق مرزائیوں کی ذہنیت مغشوش ہے۔ وہ اکھنڈ ہندوستان کو''احمدیت'' کے فروغ کے لئے خدا کی دی ہوئی وسیع بیس سمجھنے پر مجبور ہیں۔اور پاکستان کی حمایت محض منافقت کے انداز میں کررہے ہیں۔قادیان حاصل کرنے کی خاطر وہ بھارت کی حکومت سے ہر قسم کا سودا کرنے کے لئے تیار ہیں۔اوراس مقصد کی خاطر پاکستان کے ہر مفاد کو بلکہ خود پاکستان کو بھی قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

۴...... مرزائیت کے دینی اور دنیوی مقاصد حاصل کرنے کے لئے انہوں نے ایسی تنظیم استوار کررکھی ہے۔ جو صریح طور پر پاکستان کے نظام حکومت کے مقابلے میں مرزائیوں کا متوازی نظام حکومت بن چکی ہے۔

۵...... پاکستانی سرکار کے مرزائی ملازم اپنے آپ کو پاکستان کے نظام حکومت کا تابع فرمان نہیں سمجھتے۔ بلکہ اپنے''امیر المومنین'' کی حکومت کا تابع خیال کرتے ہیں۔ان کی یہ ذہنیت پاکستان کے تحفظ کے لئے بدرجہ غایت خطرناک ہے۔

یہ وہ کیفیات ہیں جن کے موجود ہونے سے کسی کو خواہ وہ کتنا بڑا مرزائی یاان کا دوست یاان کا تنخواہ دار ہو، مجال انکار نہیں ہوسکتی اوران کی کیفیات کی طرف مسلمانوں کے

دینی عالم، سیاسی مفکر، واعظ، خطیب اور مقرر نیز مسلمانوں کے اخبارات کم وبیش توجہ مبذول کرتے رہے ہیں۔ لیکن پاکستان کے ارباب حکومت وقیادت کو دینی حیثیت کے ان فتنوں اور سیاسی نوعیت کی ان شرارتوں کی طرف توجہ مبذول کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ جو پاکستان کے خرمنوں کے لئے برقِ خرمن کی طرح پرورش پا رہی ہے۔ ان کیفیات وخطرات سے پاکستان کو بچانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنی دینی پوزیشن اور اپنے سیاسی عزائم پر از سر نو غور کریں اور ان تمام لغویتوں کو جو انہوں نے انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کے دینی معتقدات کی تخریب اور ان کی دنیوی حیثیتوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے انگریزوں ہی کی شہ پر اختیار کر رکھی تھیں۔ خود ہی ترک کر کے مسلمان بن جائیں اور مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا بشیر الدین محمود کی ساری خرافات کو دریائے چناب کے پانی میں بہا دیں، جس کے کنارے وہ اپنا نیا مرکز ''ربوہ'' کے نام سے تعمیر کر رہے ہیں۔ مرزائے قادیانی کی ہفوات واہیہ کو برقرار رکھتے ہوئے حسب ضرورت وحسب موقع ان کی توجیہیں اور تاویلیں کرنے سے یہ گتھی سلجھ نہیں سکتی۔ اگر وہ رشد وہدایت کی سیدھی راہ اختیار کرنے کے خواہاں ہیں تو انہیں اپنے پرانے قصے انگریزی حکومت کے اقتدار کے ساتھ اسی جگہ دفن کر دینے چاہئیں۔ جہاں زمانے کی رفتار نے انگریزوں کا اقتدار دفن کر دیا ہے۔ کیونکہ ''مرزائیت'' کا ڈھونگ انہی کی خاطر رچایا گیا تھا اور انہی کے حکم وایماء سے رچایا گیا تھا۔ لیکن اگر اللہ نے ان کے دلوں، ان کی آنکھوں اور کانوں پر مہریں لگا دی ہیں اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز کی سیاست کے بجائے اللہ کا بھیجا ہوا اور رسول، مسیح، مہدی، کرشن اور نہ جانے کیا کیا ماننے پر مصر ومقرر رہنا ضروری سمجھتے ہیں، تو انہیں اپنے آپ کو مسلمانوں میں کا ایک فرقہ ظاہر کرنے کی تلبیس کوششیں یک قلم ترک کر دینی چاہئیں اور

اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ قوم مرزا غلام احمد قادیانی کو اللہ کا رسول ماننے والی ایک قوم قرار دے لینا چاہئے۔ اس صورت میں وہ ''مرزائی'' کہلائیں یا ''احمدی''۔ لیکن ان کو مسلمانوں کی دینی اور ملی مصطلحات استعمال کرنے کا وتیرہ خود ہی ترک کر دینا چاہئے۔ مسلمانوں کی دینی و ملی اصطلاحوں کے بجائے وہ اپنی ہی اصطلاحیں وضع کریں اور مرزا کے لئے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام'' اور اس کی بیویوں کے لئے ''امہات المومنین'' اس کے ساتھیوں کے لئے ''صحابہ کرام'' اور اس کی بیٹی کیلئے ''سیدۃ النساء'' اور اس کے متعلقین کیلئے ''رضی اللہ عنہ'' کی قبیل کے القاب اور دعائیں استعمال کر کے اسلام کی روایات سے تلعّب و استہزاء نہ کیا کریں۔ اس طرح مسلمانوں کے دل دکھا کر انہیں اشتعال نہ دلائیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزائیوں کو اپنی وہ بدرجۂ غایت بری عادت بھی ترک کرنی پڑے گی، جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کارخانہ نبوت کو صحیح اور ممکن ثابت کرنے کے لئے انبیاء کرام اور صلحائے عظام رحمۃ اللہ علیہم کی توہین کی صورت میں اپنے اندر راسخ کر رکھی ہے۔

ایک غیر مسلم قوم بن کر مرزائی لوگ اپنے دین کی تبلیغ اور اپنے دنیوی اور سیاسی حقوق کے تحفظ کیلئے پاکستان کی مسلم اکثریت سے ایسے تحفظ حاصل کر سکتے ہیں جو ان کیلئے ضروری ہوں اور جو ملک کی دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو حاصل ہوں۔ لیکن انہیں اپنی ایسی حرکات سے باز آنا پڑے گا جو مسلمانوں کی اکثریت اور پاکستان کی دوسری اقلیتوں کی دل آزاری کا موجب ہیں۔ مرزائیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ابھی سے اپنی دینی اور دنیوی حیثیت پر از سر نو غور کر لیں کیونکہ پاکستان میں انہیں مسلمانوں کے دین سے استہزاء اور تلعّب کرنے اور ان کی دل آزاریاں کر کے ان کے کلیجے چھلنی کرنے کا وہ لائیسنس نہیں ملے گا نہیں مل سکتا جو انہیں پچھلے دور کی انگریزی حکومت کے عہد میں حاصل رہا ہے۔

تتمہ کلام

راقم الحروف کا خیال تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہاموں اور مرزا بشیر الدین محمود کے رؤیاؤں کے علی الرغم پاکستان کے بن جانے کے بعد اور مرزائیوں کو پاکستان کے سوا اور کسی جگہ جائے پناہ نہ ملنے کے بعد مرزائی دین کے پیرو خود ہی دین حقہ اسلام اور امت مسلمہ کے متعلق اپنی بیہودہ اور از سرتا پا لغو بلکہ شرارت افروز فتنہ پرور روش پر خود ہی غور کر کے مائل بہ اصلاح ہو جائیں گے اور سوچ لیں گے کہ پاکستان کی جمہوری اسلامی مملکت میں بود و باش رکھنے کیلئے ان کو ضروری ہے کہ دینی اور سیاسی حیثیت کی فساد آرائیوں کا وتیرہ ترک کر دیں لیکن مرزائیوں نے بدلے ہوئے حالات میں اپنے مقام موقف اور مستقبل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے بجائے پاکستان میں آ کر اپنی مفسدانہ سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ اپنے آپ کو پاکستان کا حکمران بنا لینے کے خواب دیکھنے لگے۔ نجات کے فرنگی گورنر سر فرانسس موڈی نے انہیں پاکستان میں اپنا مرکز بنانے کے لئے کوڑیوں کے مول سرکاری زمین دے دی۔ مسلمان مہاجرین کے لئے اس قسم کی کوئی گنجائش آج تک نہیں نکالی گئی۔ الاٹ منٹوں کے سلسلے میں ابتدائی دور میں جو اندھیر مچا، اس سے مرزائی افسروں نے خوب ہی فائدہ اٹھایا اور مرزائیوں کو اچھے اچھے مکان، اچھے اچھے کارخانے، عمدہ باغات اور بڑی بڑی دکانیں ناجائز طریقوں سے الاٹ کر دیں۔

چودھری ظفر اللہ خاں کو وزیر خارجہ بنا لیا گیا، تو مرزائیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور وہ سمجھنے لگے کہ پاکستان تو ان کیلئے اور ان کے ''امیر المومنین'' ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔ مسلمانوں کو تو خدا نے محض ان کے طفیل اور انہی کے صدقے میں اس لئے بچا لیا ہے کہ وہ مرزائیوں کے محکوم بن جائیں اور مرزائیت کے فروغ اور ترقی کے لئے غذا کا کام دیں۔

''عامۃ المسلمین'' کو اور پاکستان کی حکومت کو غافل اور دوسرے معاملات میں الجھا ہوا دیکھ کر مرزائیوں نے اپنے اس متوازی نظام حکومت کو مستحکم بنانے کا عمل شروع کر دیا جو انہوں نے کسی قدر ظاہر اور کسی قدر مخفی طور پر قائم کر رکھا ہے، جسے ہم دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے اوپر ثابت کر آئے ہیں۔ اگر مرزائی اپنی تنظیمی اور جنگی طاقت کی آزمائش کرنے کے لئے سیالکوٹ کا وہ تبلیغی جلسہ منعقد نہ کرتے جس میں چند اضلاع کی مرزائی جمعیتیں مسلّح ہو کر اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پوری تیاری کر کے حتیٰ کہ زخمیوں کی مرہم پٹی تک کا انتظام کر کے شامل ہوئی تھیں تو یہ لوگ اندر ہی اندر اپنا کام کرتے رہتے اور مسلمانوں کے اخبارات کی توجہ چند دن اور اس فتنہ کی طرف منعطف نہ ہوتی جو پاکستان کے اندر پاکستان کی تخریب کرنے کے لئے پرورش پا رہا ہے۔ مرزائیوں کا سرکاری گزٹ ''الفضل'' اس حقیقت کو تسلیم کر چکا ہے کہ اگر سیالکوٹ کے حکام غفلت سے کام لیتے اور مرزائیوں کے فتنہ آرائی کے ارادوں کے پیش نظر پولیس کی جمعیت کا انتظام نہ کر لیتے تو مرزائی مسلمانوں کی ایسی سرکوبی کر دیتے کہ مرزائیت کی مخالفت کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتے۔

قصہ مختصر سیالکوٹ کے ہنگامے نے جو ۱۵ جنوری کو رونما ہوا۔ ہمیں اس امر کی ضرورت کا احساس دلا دیا کہ مرزائیوں کی سرگرمیوں اور ان کے ارادوں کا پوری طرح جائزہ لیں اور حسن ظن میں مبتلا نہ رہیں کہ مرزائیوں نے خود ہی اپنے آپ کو سدھارنے کی ضرورت محسوس کر لی ہوگی۔ اس جائزہ کے نتائج ہم نے دلائل وشواہد کے ساتھ گزشتہ نو قسطوں میں عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے مستقبل کو آنے والے خطرات سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ مرزائی خود ہی اپنے مقام اور موقف کی تعیین وتحدید کر لیں اور پاکستان کے وفادار، شریف اور امن پسند

باشندوں کی طرح اس کے سایۂ عاطفیت میں زندگی بسر کرتے رہیں ایسا کرنے کی دو واضح صورتیں ہم ''قسط نمبر ۹'' میں پیش کر چکے ہیں۔ مرزائیوں کو ان دونوں صورتوں پر اچھی طرح غور کر کے اپنے مستقبل کی روش کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے اور اپنے مسلک پر جو مسلمانوں کے لئے بدرجۂ غایت، دل آزار، اشتعال انگیز اور ناقابل برداشت ہے، اصرار کرنے کے خواہاں ہیں تو ''عامۃ المسلمین'' کو چاہئے کہ وہ مملکت پاکستان کو آنے والے خطروں اور فتنوں سے بچانے کے لئے ابھی سے ہوشیار ہو جائیں اور دستور ساز اسمبلی کی وساطت سے ان امور کا فیصلہ کرانے کیلئے آواز بلند کریں جو دینی اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان موضوع بحث وجدال ہیں مسلمانوں کو اس امر پر ٹھنڈے دل ودماغ اور پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے کہ وہ:

۱..... کسی غیر مسلم اقلیت کو کس حد تک اس امر کی اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ انبیائے کرام علیہم التحیۃ والسلام کی توہین کے ارتکاب کو اپنا حق سمجھے۔

۲..... حضرت ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے مرتبہ ختم الرسل وسید المرسلین ہونے کا صریح انکار کرنے کے باوجود مسلمان کہلائے، نہ صرف مسلمان کہلائے بلکہ اس کی بنا پر تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے۔

۳..... مسلمانوں کی دینی اور ملی اصطلاحات کو جو امت مسلمہ کے ساڑھے تیرہ سو سال کے عمل سے تخصیص کا مقام حاصل کر چکی ہیں اپنے اکابر کے لئے استعمال کرتی رہے۔ مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی کیلئے ''علیہ الصلوٰۃ والسلام''۔ مرزا کے ساتھیوں کے لیے ''صحابہ'' اور ''رضی اللہ عنہ''۔ مرزا کی بیوی کے لئے ''ام المومنین'' مرزا کی بیٹی کے لئے ''سیدۃ النساء'' اپنے دینی اور دنیوی پیشوا کے لئے ''خلیفہ'' اور ''امیر المومنین'' اور اپنے نظام حکومت کے لئے

''خلافت'' کی اصطلاحیں بلا تکلف استعمال کریں۔

مرزائیوں کی یہ حرکات نہ صرف دین حقہ اسلام اور امت مسلمہ کی مقدس روایات سے ایک کھلا ہوا تلعب واستہزاء ہیں، بلکہ عملاً چالیس کروڑ مسلمانان عالم کے وجود کی نفی کر رہی ہیں۔ ہر مسلمان کو اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنے دل سے پوچھنا چاہئے کہ وہ کس حد تک مرزائیوں کی ان لغویتوں کو برداشت کرسکتا ہے۔ اگر مسلمان رواداری، فیاضی، مصلحت یا مسامحت سے مرزائیوں کو اپنی یہ لغویات جاری رکھنے کا حق دینے کے لئے تیار ہیں تو انہیں یا تو مرزائی ہوجانا چاہئے یا اپنے آپ کو مسلمان کہلانا چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ ''مصطلحات'' کا وہ سرمایہ جو دین اسلام اور امت مسلمہ سے مختص تھا، مرزائیوں اور صرف مرزائیوں کی ملکیت بن چکا ہے اور اس سرقہ اور ڈاکہ کا نوٹس نہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اسے عملاً صحیح تسلیم کر رہے ہیں۔

مسلمانوں کے علمائے دین اور ارباب فکر وقیادت کو چاہئے کہ وہ ان خطوط کی روشنی میں جو ہم نے اس سلسلۂ مضامین میں بیان کردیئے ہیں۔ مرزائیت کے مقام اور مستقبل پر پوری طرح غور کر کے دستور ساز اسمبلی کی رہنمائی کے لئے اپنے مطالبات کا ایک نقشہ تیار کرلیں۔ اور اس نقشہ کو جامۂ عمل پہنانے کے لئے کوشاں ہوجائیں، اگر وہ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں تو ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عصر حاضر کے غفلت شعار مسلمانوں کے حال پر رحم کرے۔ اور انہیں دینی اور دنیوی فتن سے آگاہ ہونے کے لئے صحیح بصیرت عطا فرمائے۔

ضمیمہ

مرزائیوں کے سرکار گزٹ ''الفضل'' کو شکایت ہے کہ ہم نے اس سلسلۂ مضامین میں گورداسپور کے سیشن جج کے فیصلے سے جو حوالے دیئے ہیں انہیں اپیل پر پنجاب ہائی کورٹ کا ایک انگریز جج ''جسٹس کولڈ سٹریم'' مسترد کر چکا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ جسٹس کولڈ سٹریم نے اپنے فیصلے میں سیشن جج گورداسپور کے بعض ریمارکس کو صرف غیر متعلقہ قرار دیا تھا، ان کی صحت وعدم صحت کے متعلق کسی قسم کی رائے ظاہر نہیں کی، سیشن جج کے ریمارک ان شہادتوں پر مبنی ہیں، جو مقدمہ کے دوران میں اس کے سامنے پیش کی گئی۔

وما علینا الا البلاغ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

مرتضیٰ احمد خاں میکش

''پاکستان کا وجود عارضی ہے''

مرزا بشیر الدین محمود کا الہامی عقیدہ

''ہم نے ۱۱فروری کی اشاعت میں ملتان سے موصول شدہ ایک اشتہار کا تذکرہ کرتے ہوئے پاکستان کی مرزائی اقلیت کے پیشوا اور سیاسی لیڈر مرزا بشیر الدین محمود کی ایک ''عرفانی'' گفتگو کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اپریل ۱۹۴۷ء کے آغاز میں اس شخص نے اپنے پیروؤں میں اس امر کی تلقین کی تھی کہ ''مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے بیس کے طور پر منتخب کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہندوستان کو اکھنڈ رکھنے کی کوشش کرنا ہر مرزائی کا مذہبی فریضہ ہے''۔

مسلمان جو پاکستان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، افتراق پسند ہیں۔ اگر وہ

ہلاکت کے اس گڑھے یعنی پاکستان میں گرنے کے ارادہ سے باز نہ آئے تو مرزائیوں کو بھی اپنی کھوپڑی بچانے کے لئے عارضی طور پر ان کا ساتھ دینا چاہئے۔ مرزا بشیر الدین محمود کی یہ ''عرفانی'' گفتگو جو ۵ اپریل، ۱۹۴۷ء کے ''الفضل'' میں شائع ہوئی اور اب اشتہارات کی صورت میں مرزائی جماعت کے لوگوں میں بانٹی جارہی ہے۔ پاکستان کے متعلق اس جماعت کے لوگوں کی منافقانہ ذہنیت کا ایک کھلا ثبوت ہے، یہ گفتگو ظاہر کرتی ہے کہ مرزائی جماعت کے لوگ اپنے مذہبی عقیدہ کی رو سے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کیلئے بیس تصور کرتے ہیں اور اس بیس کو قائم رکھنے کی کوشش کرنا اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے ہیں، پاکستان کے وجود کو محض عارضی سمجھتے ہیں اور ہلاکت کا گڑھا خیال کرتے ہیں۔ پاکستان میں وہ محض بہ امر مجبوری (عارضی طور پر) پناہ لے رہے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی افتراق پسندی نے اکھنڈ ہندوستان کے وجود کا خاتمہ کردیا اور مرزائیوں کو بھی مسلمانوں کے ساتھ یہ کیفیت جسے وہ عقیدۃً عارضی سمجھتے ہیں، قبول کرنی پڑی۔

معاصر موقر ''زمیندار'' اور مرزائیوں کے اخبار ''الفضل'' کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مضمون کے ٹریکٹ اور اشتہارات ملتان کے علاوہ لائل پور اور گوجرانوالہ میں بھی نشر کئے گئے ہیں۔ مرزائیوں کا اخبار ''الفضل'' یہ ظاہر کرنے کی کوشش کررہا ہے کہ ان اشتہاروں اور ٹریکٹوں کو چھاپنے اور نشر کرنے والے لوگ احمدی یعنی مرزائی نہیں بلکہ احراری ہیں۔ جو مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے ایسا کررہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ''الفضل'' مرزا بشیر الدین محمود کی کسی سابقہ تقریر یا تحریر کے ایک فقرہ کو اچھال کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کررہا ہے کہ اپریل، ۱۹۴۷ء میں اکھنڈ ہندوستان کو ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے اللہ کا دیا ہوا بیس قرار دینے والا اور اسے قائم رکھنے کی کوشش کو مرزائیوں کے لئے مذہبی فرض قرار دینے والا بشیر الدین محمود واقعات کی رفتار کو بھانپ کر مئی، ۱۹۴۷ء میں یہ

کہنے لگا تھا کہ: ''ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا جائز حق ہے۔ اور وہ انہیں ملنا چاہئے۔ اور اگر حق کی تائید میں ہمیں پھانسی پر بھی لٹکا دیا جائے تو یہ ہمارے لئے موجب راحت ہوگا''۔

مرزائی جماعت کے پیشواؤں اور مقتداؤں کی الہامی اور عرفانی گفتگو میں بلاشبہ بھان متی کا سا پٹارا ہوتی ہیں۔ جن سے بوقت ضرورت ہر قسم کی چیز نکالی جاتی ہے اور مرزا بشیرالدین محمود بھی اپنے باپ کی طرح اپنے خوابوں، رؤیاؤں اور الہاموں کی تعبیر و تفسیر بیان کرتے وقت اس بات کی خاص احتیاط کر لیتا ہے کہ اس کا مطلب یوں بھی ہوسکتا ہے اور یوں بھی نکل سکتا ہے اور عام طور پر کہہ دیتا ہے کہ یہ ''میرا خواب مبشر بھی'' ہے اور ''منذر بھی'' ہوسکتا ہے، اس لئے ہم ''الفضل'' اور دوسرے مرزائیوں کے اس استدلال سے مطمئن نہیں ہوسکتے کہ مرزا بشیرالدین کے بیانات میں ایسے فقرے بھی موجود ہیں جو پاکستان کے حق میں ہے۔ بلکہ ایسی متضاد باتیں جن سے اکھنڈ ہندوستان اور پاکستان دونوں کی حمایت کے پہلو نکلتے ہیں۔ ہمارے اس دعوی کی صحت کا ایک اور روشن ثبوت ہے کہ پاکستان کے متعلق مرزائی جماعت کے پیشوا کی ذہنیت اور روش منافقانہ ہے جس سے پاکستان کی حکومت اور پاکستان کے عوام کو ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے۔ باقی رہا الفضل یا لائیل پور اور گوجرانوالہ کی مقامی مرزائی جماعتوں کے سیکریٹریوں کا یہ دعویٰ کہ محولہ بالا اشتہار اور ٹریکٹ مرزائیوں کی طرف سے نہیں۔ بلکہ احراریوں کی طرف سے مرزائیوں کو بدنام کرنے کے لئے شائع کئے جارہے ہیں۔ اس کے متعلق ہمیں تحقیق و تفتیش کے خلجان میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہوسکتا ہے کہ احراری مرزا بشیرالدین محمود کی اس ''عرفانی'' گفتگو کو نشر کر رہے ہوں تاکہ مسلمان عوام پر مرزائیوں کی منافقانہ روش ظاہر ہوجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود مرزائی جماعت کے لیڈر اپنی جماعت کو اپنے پیشوا کی بنیادی تلقین یاد دلانے کے لئے اور ان کے دلوں اور دماغوں میں یہ عقیدہ قائم رکھنے کیلئے اس حرکت کا ارتکاب کر رہے ہوں کہ

مرزائیوں کے خدا نے اکھنڈ ہندوستان کو مرزائیت کے فروغ کے لئے بیس بنایا تھا جو مسلمانوں کی افتراق پسندی نے ختم کردیا۔لیکن مرزائیوں کو اپنے خدا کی بات پوری کرنے کیلئے ہندوستان کو پھر اکھنڈ بنانے کی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا پیشوا آغاز اپریل کی ''ایک عرفانی'' مجلس میں اس امر کا اعلان کرچکا ہے کہ اگر مسلمان پاکستان بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو ''یہ کیفیت عارضی ہوگی''۔

یہ سوال اتنا اہم نہیں کہ مرزائیوں کے اس بنیادی مذہبی عقیدہ کی اشاعت کہ اکھنڈ ہندوستان خدا کی طرف سے ''احمدیت'' کے فروغ کے لئے بیس بنایا جاچکا ہے اور پاکستان کا قیام ایک عارضی کیف ہے۔مرزائی کررہے ہیں یا احراری کررہے ہیں۔اہم سوال یہ ہے کہ پاکستان اور اکھنڈ ہندوستان کے متعلق مرزائیوں کے بنیادی، مذہبی عقائد حقیقتاً کیا ہیں؟ وہ عقائد مرزا بشیر الدین کی اس ''عرفانی'' گفتگو سے ظاہر ہیں، جو ۵، اپریل ۱۹۴۷ء کے ''الفضل'' میں چھپ چکی ہے اور اب اشتہاروں اور ٹریکٹوں کی شکل میں چھاپ چھاپ کر نشر کی جارہی ہے اکھنڈ ہندوستان کو ''احمدیت'' کے فروغ کیلئے خدا کا دیا ہوا بیس سمجھنے اور پاکستان کے وجود کو عارضی کیفیت قرار دینے کے متعلق نہ تو ''الفضل'' کو کچھ کہنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے، نہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی اس ''عرفانی'' گفتگو کی کوئی نئی تفسیر یا تاویل کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔پاکستان کے متعلق اس قسم کے خطرناک مذہبی عقائد رکھنے والی اقلیت کس حد تک اس ترجیحی سلوک کی مستحق ہے، جو پاکستان میں مرزائیوں کے ساتھ کیا جارہا ہے۔ایسا اہم سوال ہے جس کا ہم پاکستان کی حکومت اور اس کے وفادار عوام سے حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن سردست انہیں اس سوال کا جواب دینے کیلئے آمادہ ومائل نہیں پاتے۔

مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش